© rasailojaraid.com

علیم ناصری

جمہوریت ناکام طرزِ حکومت

مملکت (خداداد؟) پاکستان نے اپنے قیام کے روزِ اوّل ہی سے اپنے لئے پارلیمانی جمہوریت کو بطور نظامِ حکومت اختیار کیا مگر اس کی سالگرہیں (؟) پاکستان کی عمر سے بہت کم شمار ہوتی ہیں بلکہ غالباً نصف کے قریب رہ گئی ہیں۔ البتہ اگر اہلِ جمہوریت اس پچاس سالہ دور میں دو تین مارشل لاؤں کو بھی اپنے کھاتے میں ڈال لیں تو شاید اس کی عمر پاکستان کے برابر ہوجائے کیونکہ مارشل لاء بھی جمہوریت کی کوکھ ہی سے پیدا ہوتے رہے ہیں اور پھر مارشل لاء جمہوریت کو اپنی "پسلی" سے نکالتا رہا ہے۔ اس جملۂ معترضہ پر معذرت کے بعد کہنا ہم یہ چاہتے ہیں کہ جمہوریت سے پاکستانی قوم فلاح نہیں پاسکتی۔

۱۔ جمہوری حکومت کے قیام کے لئے ملک بھر میں دوہرے انتخابات (قومی اور صوبائی) کا ڈول ڈالا جاتا ہے جس پر کروڑوں روپیہ پانی کی طرح بہایا جاتا ہے اور یہ روپے حکومت اپنے انتظامات کے سلسلے میں صرف کرتی ہے جس کی تفصیل کی ضرورت نہیں۔ ان انتخابات میں حصہ لینے والے اشخاص اپنی کامیابی کے لئے ووٹروں کی خرید کے لئے جو مال خرچ کرتے ہیں اس کا کوئی شخص اندازہ نہیں کرسکتا۔ اور وہ اس لئے کرتے ہیں کہ جیتنے کی صورت میں ایم این اے یا ایم پی اے بن کر سرکاری طور پر اپنے علاقوں کی ترقی کے نام سے جو صوابدیدی رقوم کروڑوں میں ملتی ہیں وہ ان کے اخراجات کی کمی پوری کرنے کے کام ہی آتی ہیں۔ الّاماشاء اللہ! اس طرح ترقی کے بلند بانگ دعووں کے باوصف ان علاقوں میں کہیں مکمل تعمیری کام نہیں ہوتا۔ یہ ہم اپنے مشاہدے کی بناء پر کہہ رہے ہیں۔ اگر وہ رقمیں ایم این اے اور ایم پی اے حضرات علاقوں پر خرچ کرتے تو آج ملک بھر میں کہیں کچا راستہ نظر نہ آتا اور کوئی گاؤں، اسکول، ہسپتال، مرکزِ صحت اور دیگر عوامی بہبود کے ادارہ سے خالی نہ رہتا۔

۲۔ تعلیم یافتہ (اعلیٰ تعلیم یافتہ طلباء) لوگوں کو سرکاری ملازمتوں کی تلاش میں ایم این اے، ایم پی اے حضرات کی سفارش کے لئے ان کی خدمت میں حاضر ہونا پڑتا ہے کیونکہ ان کی تحریری اجازت یا سفارش کے بغیر کسی دفتر کو ملازم رکھنے کی اجازت نہیں۔ اس طرح زیادہ رشوت یا نذرانہ دینے والے یا ممبران کے عزیز و اقارب اور ان کے "اپنے" آدمیوں کے متعلقین ہی ملازمت کی کرسی تک پہنچتے ہیں۔ وہاں اہلیت (MERIT) کا کوئی مقام نہیں۔ اس سلسلے میں ان ممبران کے نزدیک ان کی ووٹنگ میں مدد دینے والے لوگ ہی تمام مراعات کے مستحق ہوتے ہیں۔ باقی سب "اچھوت" کے زمرے میں آتے ہیں۔ گویا جمہوری طور پر منتخب شدہ ممبر قومی خدمت کے لئے نہیں ان کی اپنی خدمت کرنے والوں کے لئے کام کرتے ہیں۔

۳۔ ملک میں غنڈہ گردی اور بدمعاشی کا جو کلچر فروغ پاچکا ہے اس کی پشت پر بھی یہی جمہوری ارباب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حکومت ہوتے ہیں۔ کسی چوری یا ڈاکے میں پکڑے جانے والے لوگ پولیس کی حوالات میں بمشکل ایک رات رہتے ہیں۔ وہی دن رات ان کے پشت پناہوں کی طرف سے تھانوں میں ٹیلیفون کرنے میں لگتی ہے اور صبحدم وہ "باعزت" چھوڑ دیئے جاتے ہیں۔ ایسے اکثر وارداتیے پولیس سے خاصے متعارف ہوتے ہیں۔ اور وہ خود ہی "پشت پناہ" کو فون کرکے بتا دیتے ہیں کہ آپ کا یا آپ کے آدمی ہمارے پاس ہیں، ذرا "اوپر" فون کرکے ہمیں ان کی رہائی کا آرڈر لے دیں۔

۴۔ ملک میں ان دنوں منشیات کا بہت شور ہے۔ پولیس والے چرس اور ہیروئن فروشوں کے اڈوں سے واقف ہوتے ہیں اور ایک آدھ "کارروائی" ڈالنے کے لئے ان کو پکڑ کر ان کے "باسوں" کو خود ہی بتادیتے ہیں کہ اوپر سے حکم ملا تھا تو ہم نے چھاپہ مارا اب آپ "اوپر" سے ان کی رہائی کا پروانہ دلادیں پولیس خود بھی اس گھناؤنے کاروبار کے "باسوں" (BOSSES) کو جانتی ہے اور اوپر والے تو خود ان کے ہاں ضیافتیں اڑاتے ہیں۔ وہ "باس" لوگ بھی بعض صرف ایم پی اے۔ ایم این اے کے اور بعض "کرسی نشینوں" کے آدمی ہوتے ہیں۔ جو یہ منشیات اسمگل کرنے میں مدد دیتے ہیں۔ یعنی ان پر کسی قسم کی قدغن نہیں لگنے دیتے۔ کیونکہ وہ ممبر یا کرسی نشین جمہوری انتخابات میں ان کے "کانے" (مرہون منت) ہو چکے ہوتے ہیں۔

۵۔ یہ بھی دید و شنید ہے کہ انتخابات میں جاگیرداروں، کارخانہ داروں اور بڑے تاجروں کے لئے کام کرنے والے اکثر چھوٹے زمیندار یا صاحب ثروت لوگ ہوتے ہیں اور ان سب کے باڈی گارڈ عموماً بندوق بردار پالتو غنڈے ہوتے ہیں جن کا باقاعدہ گینگ ہوتا ہے وہ ایک طرف تو قتل و غارت گری کرتے ہیں اور دوسری طرف اپنے پشت پناہوں کی حفاظت کا معاوضہ بھی لیتے ہیں اور اس غنڈہ گردی کا یہ عالم ہے کہ کوئی شہری رات کو اطمینان سے نہیں سو سکتا۔ کون جانے کس وقت اور کس گھر میں ڈاکہ پڑے۔ پھر یہ ڈاکو صرف مال ہی نہیں لوٹتے، گھر والوں کو قتل اور عورتوں کی بے حرمتی کئے بغیر باہر نہیں جاتے اور یہ ان "کانی" حکومتوں کے باعث ہی ہوتا ہے۔ ان بدمعاشوں کی صرف دو ہی قسمیں ہوتی ہیں۔ ایک "پیشہ ور بدمعاش" اور دوسرے "سیاسی بدمعاش" اس کی وضاحت قارئین کے ذمہ ہے۔

ان مثالوں سے صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ جمہوری حکومتوں میں (خصوصاً برصغیر میں) ہمہ جہتی بدعنوانی، رشوت، بدنظمی، کار کردگی، اسمگلنگ، قتل و غارت غرض تمام عیب ڈنکے کی چوٹ ہوتے ہیں۔ اب بتایا جائے کہ دن رات جمہوریت کا راگ الاپنے والی حکومتیں عوام کے سکھ چین کا کوئی نمونہ اب تک پیش کر سکی ہیں؟ پاکستان کے پچاس سال کسی ایک دن کی نشاندہی نہیں کر سکتے جب سکون و طمینان کا سانس لیا گیا ہو۔ کیا یہ طویل تجربہ کافی نہیں ہے کہ اب تک اسی پر اصرار کیا جارہا ہے؟

یہاں مثالیں تو بے شمار ہیں مگر چلتے چلتے ایک بظاہر چھوٹی سی مگر حقیقتاً ایک بہت بڑی حقیقت پیش

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کرنا چاہتے ہیں اور وہ ہماری ہر حکومت یہاں سیکولر نظام کو رواج دینے میں مستعد رہی ہے اور اسلام کا نام محض پاکستان کے حصول کا ذریعہ ہی سمجھا جارہا ہے۔ عملاً اس کو ایک گیا گزرا اور ناقابل عمل نظام یقین کر لیا گیا ہے۔اس پر صرف یہی کہنا کافی ہوگا کہ گزشتہ حکومتوں نے بھی اپنے "بنیاد پرست" نہ ہونے کا دعویٰ کیا تھا اور آج کی حکومت بھی سابقہ حکومتوں کا تسلسل ہی ہے۔ اس لئے اس پر کیا گلہ ایک طرف کشمیر پر دنیا بھر میں واویلا مچانے اور اس مسئلے کو حل کرنے کے لئے مقبوضہ کشمیر میں ہونے والے مظالم کی داستانیں اور خبریں اخباروں اور ٹیلی ویژن پر عام ہوتی ہیں مگر ساتھ ساتھ ٹی وی کی سکرین، ناچتے تھرکتے عشقیہ ڈرامے اور فلمیں دکھانے اور ہوسناکی کو تحریک دینے والے پروگراموں سے معمور ہوتی ہے جس کا مطلب واضح ہے کہ حکومت یہاں کونسا معاشرہ پیدا کرنا چاہتی ہے۔ اس سے متبادر یہی ہوتا ہے کہ ایک باغی نسل کچھ ہی عرصے میں عورت، مرد کے درمیان تمام حجابات اٹھا دینے کے لئے یلغار کرنے والی ہے۔ جس ٹی وی پر کشمیری عورتوں کی بے حرمتی کا واویلہ مچایا جاتا ہے۔اسی پر قوم کی بیٹیوں کو بمبیرٹیوں کے ساتھ کھل کھیلنے کی ترغیب دی جاتی ہے۔ اگر ادھر کا غم واندوہ ہے تو گھر میں عیاشی اور اوباشی کے مناظر کیسے؟ اس پر یہی کہا جائے گا

یہ سب کارنامے ہیں جمہوریت کے

اس تمام دردسری کا مقصد یہی ہے کہ جمہوری حکومتیں قوم کو فلاح سے نہیں غرقابی سے دوچار کرکے رہیں گی۔ وہ غرقابی خواہ عذاب الہیٰ کی صورت میں ہو خواہ ایک جنگلی قوم کی تشکیل کی صورت میں! اسکے لئے ہمارے علماء کرام کو سر جوڑ کر کوئی مداوا سوچنا چاہیئے۔ اسلامی جماعتوں کو اس طرف فوراً توجہ دینی چاہیئے ورنہ پانی سر سے گزر گیا تو کچھ ہاتھ نہ آئے گا اور آپ آخرت میں باز پرس سے مبّرا نہیں رہ سکیں گے۔ ہم اسلامی جماعتوں کے سربراہوں سے پوچھنا چاہیتے ہیں۔

کچھ علاج اس کا بھی اے چارہ گراں ہے کہ نہیں؟

باذوق قارئین کے مطالعہ کے لئے دینی کتابیں

* افکار شیعہ
مولانا سعید الرحمن علوی مرحوم (قیمت=/150 روپے)

* واقعۂ کربلا اور مراسم عزاء
مولانا سعید الرحمن علوی مرحوم (قیمت=/80 روپے)

© rasailojaraid.com